HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y

Al-Mahdi Research Journal (MRJ)

Vol 5 Issue 5 (July-Sep 2024)

ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

A comparative analysis of the characters of "Raakh" and "Nadar Log"

"راکھ" اور "نادار لوگ" کے کرداروں کا تقابلی جائزہ

Dr. Parveen Kallu
Associate Professor Urdu Department, Government College University Faisalabad,
drparveenkallu@gcuf.edu.pk

Mazahar Iqbal
MPhil Urdu, (DIOL), University of Education, Lahore,
mazahariqbal1992@gmail.com

Muhammad Umar
Lecturer Government Degree College Gul Abad Dir (Lower),
umar94545@gamail.com

Abstract

"Raakh" is an important novel by Mustansar Hussain Tarar. Apart from being a social and political history of the fifties, sixties, and seventies, this novel is also a cultural heritage. The reader sees Lahore during its recitation, with which he has lost familiarity today. There is a mix of important and non-important characters to unfold the novel's story. In "Raakh", Mushahid Ali is the main character but his inaction makes him somewhat lifeless. He is like wax which Mustansar Hussain Tarr can give any shape he wants. Another important role is that of Fatima. Fatima makes her existential presence in the novel for a brief period. She changes her religion and marries a Hindu. The third main character is Zahid Kalia. Kalia's father used to sell pots on a bicycle. Bicycle markets used to be part of the fifties. Abdullah Hussain has played various roles in "Nadar Log". Characters from different walks of life are included in this novel. The main characters of this novel include Yaqub Awan, Chacha Ahmed, Ijaz, Sarfaraz, Abbas, Bashir, Malik Jahangir, and other characters. The female characters include Sakina, Kaneez, Nasreen, Naseema, Masi, and others in this novel.

Keywords: "Raakh", Mustansar Hussain Tarar, Abdullah Hussain, "Nadar Log", fifties, sixties and seventies, Mushahid Ali, Fatima, Zahid Kalia, Yaqub Awan, Chacha Ahmed, Ijaz, Sarfaraz, Abbas, Bashir, Malik Jahangir, Sakina, Kaneez, Nasreen, Naseema, Masi.

تعارف

ناول میں زندگی کے اظہار کا وسیلہ اس کے کردار ہوتے ہیں۔ یہ کردار حقیقی زندگی کے جتنے قریب ہوں گے اتنا ہی وہ ناول پر کشش بن جاتا ہے۔ ناول میں دو طرح کے کردار ہوتے ہیں۔ ایک یا دو کردار مرکزی حیثیت میں جبکہ دوسرے کردار ضمنی حثیت میں کہانی کو آگے بڑھاتے ہیں۔ "راکھ" میں مشاہد اور برگیتا کے کردار اہم ہیں۔ اس کے علاوہ زاہد کالیا، مردان، شوبھا، ڈاکٹر ارشد، فاطمہ، بابو، منٹو، راوٗنی، مسز حسین، سی ڈی حسین برکت مسیح، نوراں، عارفین، نازنین، اظہار اعوان، مہر النساء، کرسٹین، ارسلا، انگے، خالد کوکی اور کئی دوسرے ضمنی کردار موجود ہیں۔ عبد اللہ حسین کا کہنا ہے:

> "فکشن کا کردار بڑی نازک چیز ہے آپ چار صفحے میں ان سے وفاداری کرتے ہیں۔ اس کو سچا اور Convincing بناتے ہیں، پھر ایک جگہ پر آپ کا دھیان ایک لحظ کے لیے اس سے ہٹ جاتا ہے اور اس سے کوئی ایسی چوک ہو جاتی ہے کہ سب کیا کرایا خاک میں مل جاتا ہے۔ کوئی ایک جملہ، کوئی حرکت، کوئی احساس، کوئی رویہ، کوئی ڈھنگ اس کا ایسا ہو جاتا ہے کہ آناً فاناً وہ کردار جھوٹا پڑ جاتا ہے اور قاری کے منہ کا مزا ہی خراب نہیں ہوتا، اس کا یقین بھی اٹھ جاتا ہے۔ اپنے کردار سے غیر جانبدارانہ وفاداری ہے جو ناول نگار Unconcious میں اس کردار کی ہر چھوٹی سے چھوٹی حرکت تعین کرتی ہے۔"(۱)

ناول انسانی زندگی کا بیانیہ ہے۔ اس لئے ناول میں بہت سارے کردار آتے ہیں۔ یہ کردار ناول کو جیتی جاگتی زندگی عطا کرتے ہیں۔ ناول نگار اپنی زندگی کے تجربات اس انداز سے پیش کرتے ہیں جن سے وہ بخوبی واقف ہوتا ہے۔ محمد احسن فاروقی لکھتے ہیں۔

> "زندگی کے ان افراد کا نقشہ کھینچے جن کی بابت وہ پوری طرح واقفیت رکھتا ہو۔"(۲)

کردار نگاری ناول کی جان ہوتی ہے۔ قاری واقعات کو تو بھول سکتا ہے لیکن ان واقعات سے متعلق کرداروں کو مشکل سے بھولتا ہے۔ ناول کے کردار عموماً دو قسم کے ہوتے ہیں۔ سادہ اور مکمل، سادہ کردار حقیقی زندگی کے قریب نہیں ہوتے جبکہ مکمل کردار وہ ہوتے ہیں جن کے اندر زندگی کی حقیقتوں کو پیش کرنے کی پوری صلاحیت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی لکھتے ہیں:

"یہ صفت عموماً دلچسپی سے خالی نہیں ہوتی مگر چونکہ عام طور پر زندگی میں انسان ایک ہی صفت رکھنے والے نہیں ہوتے اس قسم کے کردار عموماً حقیقت سے دور ہو جاتے ہیں۔"(۳)

سب "نادار لوگ" اور "راکھ" میں رنگ و مزاج کے مطابق کرداروں کی تخلیق کی گئی ہے یہ تمام کردار ہماری زندگی کے قریب ہیں۔ کامیاب کرداروں کی تخلیق کا ایک بنیادی تقاضا یہ ہے کہ ان کے خارجی پہلو پر ضرورت سے زیادہ زور دیا جائے تو یہ کھوکھلے بن جاتے ہیں اور اگر داخلی پہلو پر زیادہ توجہ دی جائے تو جذبات بن جاتے ہیں۔ ناول کے کرداروں کی سیرت کے تمام پہلو اچانک سامنے نہیں آتے۔ واقعات جوں جوں آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ کرداروں کی ذہنی، جذباتی سرگرمیاں واضع ہو جاتی ہیں، اور پھر کرداروں کی زندگی کے مثبت اور منفی پہلو سے اس کے ساتھ ہمدردی یا نفرت ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر شمع افرز زیدی کا کہنا ہے:

"ناول میں یہ کردار کی تعمیر بڑا مشکل فن ہے۔ ناول نگار کو اس کا خاکہ تیار کرنے سے پہلے کافی سوچ و بچار سے کام لینا پڑتا ہے۔ وہ حالات کے پیش نظر کردار کو منزل بہ منزل آگے بڑھا کر اس کے محاسن و عیوب دونوں کو سامنے لاتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس کے حالات میں تبدیلی کن وجوہ سے پیدا ہوئی اور اس تبدیلی کا اس کے نظریہ پر کیا اثر پڑا۔"(۴)

ناول نگار کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ماحول اور تجربات سے اپنے کرداروں میں حقیقی رنگ دکھائے۔ ڈاکٹر شمع افروز زیدی پلاٹ کے متعلق لکھتے ہیں:

"ناول میں پلاٹ اور کردار نگاری کا باہمی تعلق ہے۔ یہ تعلق دو طرح ظاہر ہوتا ہے۔ بعض ناولوں میں کرداروں کو پس و پشت ڈال کر پلاٹ کو اہمیت دی جاتی ہے۔ بعض ناول ایسے ہوتے ہیں جس میں کردار کی خصیت کو نمایاں کیا جاتا ہے۔ پلاٹ اہم نہیں ہوتا۔ راقم الحروف کی رائے میں دونوں کی کامیابی کا انحصار ناول نگار کی فنی تخلیقی صلاحیت پر ہے۔ وہ کس طریقے سے ناول کو معیاری بناتا ہے۔ اس لیئے اس سے آزادی ملنی چاہیئے۔"(۵)

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ناول میں کردار نگاری کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ایسی تصویر نامکمل ہوتی ہے جس میں نقش واضح نہ ہوں اور ایسا ناول، ناول نہیں کہلاتا جس میں کردار نہ ہوں۔ کسی عورت کا یا کسی محبوب کا اس کی طرف دیکھنا ایک ادا ہوتی ہے لیکن فنکار کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی دیکھے اور آپ کو بھی دکھائے۔ ڈاکٹر شمع افروز زیدی لکھتے ہیں:

"ناول میں کردار کی تعمیر بڑا مشکل فن ہے۔ ناول نگار کو اس کا خاکہ تیار کرنے سے پہلے بڑے سوچ و بچار سے کام لینا پڑتا ہے۔ وہ حالات کے پیش نظر کردار کو منزل بہ منزل آگے بڑھا کر اس کے محاسن و عیوب دونوں کو سامنے لاتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس کے حالات میں تبدیلی کن وجوہ سے پیدا ہوئی اور اس تبدیلی کا اس نظریہ پر کیا اثر پڑا۔(۶)"

"راکھ" اور "نادار لوگ" میں کردار عوامی طبقے میں سے ہیں ان کرداروں کی بدولت ناول نگاروں نے معاشرتی زندگی کے پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ نادار اوگ" میں سرفراز اور اعجاز کے کردار گہرائی سے دیکھے گئے ہیں۔ جبکہ راکھ میں مشاہد، برگیتا، زاہد کالیا، مردان کے کردار خاصے جاندار ہیں۔

رفعت رضوی کے خیال میں۔

"کسی ناول کا مقام قائم کرنے میں کردار نگاری پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ عبداللہ حسین کے کردار ان کے بنیادی موقف کی بھرپور ترجمانی کرتے ہیں۔ کئی نقادوں نے ان کے کرداروں کو کٹھ پتلی کہا ہے لیکن ہم اگر موضوع کو سامنے رکھتے ہوئے ان کرداروں کا جائزہ لیں تو ہمیں محسوس ہو گا کہ مصنف نے کرداروں سے پورا پورا انصاف کیا ہے اور وہ اپنے مقصد سے کہیں بھی نہیں ہٹے۔"(۷)

"راکھ" اور نادار لوگ" میں بہت سے کردار ملتے ہیں۔ فوزیہ چوہدری راکھ کے بارے میں لکھتی ہیں۔

"زیر نظر ناول میں مشاہد، برگیتا، مردان، شوبھا، کالیا، ڈاکٹر ارشد، فاطمہ اور بابو کے کردار خاصے جاندار اور حقیقی ہیں۔ خصوصاً زاہد کالیا کا کردار اپنے پیشے سے مکمل طور پر کھٹیڈ۔۔۔ انٹیکس ڈیلر۔"(۸)

"وہ زمانہ کب کا لد چکا جب ہمارے فکشن رائٹر اعلیٰ ریستورانوں، نک سک سے درست ڈرائینگ روموں میں سجے سجائے رومانی کردار اپنی تحریروں میں پیش کرتے تھے جو ہمہ وقت اپنی نستعلیق زبان میں مکالمہ کرتے ہوئے دور دور ہی قاری کو اپنی چھب دکھاتے تھے اور اسے کم سے کم ہی یہ احساس ہوتا کہ کردار ہم ہی میں سے ہیں۔۔۔"(۹)

دونوں ناولوں میں کردار نگاری کا جائزہ لینے سے قبل ان کرداروں کو اگر الگ الگ زیر بحث لایا جائے تو زیادہ مناسب رہے گا، کیونکہ ناول کے واقعات اور کرداروں کا ایک خاص پس منظر ہوتا ہے۔ اگر واقعات اور کرداروں کی عملی سرگرمیوں سے زمان و مکان کے عناصر نکال دیئے جائیں تو ان کے حسن کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ واقعہ کیلئے کوئی بھی جگہ ہو سکتی ہے لیکن کردار کیلئے صرف خاص جگہ ہوتی ہے جس کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔

راکھ کی ابتداء ہی مشاہد کی سوچ کے دھارے پر رکھی گئی ہے۔

"چار چیزیں ہیں جو ہر دسمبر میں مجھے بلاتی ہیں۔۔۔ ان میں ایک شکارہے، قادر آباد کے آس پاس۔۔۔ اور وادی سوات کا ایک سلیٹی منظر ہے۔۔۔ اور کامران کی بارہ دری سے لگ کر بہتا ہوا دریائے راوی ہے۔۔۔ اور چوک چکلہ ہے۔"(۱۰)

مشاہد چوہدری اللہ داد کا بڑا بیٹا ہے۔ لکشمی مینشن کے سہ منزلہ فلیٹوں کی لمبی مستطیل چھت پر مشاہد کا فلیٹ بھی ہے۔ دو برس قبل وہ گوالمنڈی والے پرانے مکان سے اس فلیٹ میں آئے تھے۔ مشاہد جو ابھی بچہ تھا، منٹو صاحب سے ملاقات ہوتی ہے۔

"یہ مشاہد ہے منٹو صاحب۔۔۔"

"اچھا بچہ ہے۔۔۔ منٹو صاحب نے اس کو کندھے کو دبا کر کہا۔"(۱۱)

مشاہد کی عمر سکول پڑھتے بچے کی تھی۔ یہ ۱۹۴۷ء کا زمانہ تھا جب شاہ عالمی کئی ہفتوں سے جل رہا تھا۔ مشاہد اپنے ہم عمر دوستوں کے ساتھ مل کر محلے داروں سے ایسی شرارتوں میں شریک ہوتا تھا جس میں منٹو صاحب کے گھر کے سامنے ان کی ہمسائی کے گملے، رات کو تبدیل کر دینا جس سے ان کو آپس میں تلخی ہوتی۔ بچوں کی یہ شرارتیں والدین تک پہنچتی تھیں۔ مشاہد کو بھی اس کے والد ڈانٹتے تھے۔ مشاہد بچہ تھا لیکن منٹو صاحب کی "موذیل پڑھ کر سوچنے لگتا تھا کہ یہ جو منٹو صاحب نے بڑی بڑی چھاتیوں کا ذکر کیا ہے اس کا ان کو عملی تجربہ ضرور ہو گا۔ مشاہد کا پہلا عشق سمیعہ سے چل نکلتا ہے اور منٹو صاحب کو نجانے اس کی کس طرح خبر ہو جاتی ہے؟ سمیعہ ایک کشمیری لڑکی تھی کو مشاہد کی ناتجربہ کاری سے واقف ہو جاتی ہے وہ خود محبت میں پہل کرتی ہے۔

"اوئے نہیں۔۔کوئی نہیں میں تمہاری باجی شاجی۔"(۱۲)

"مشاہد ایک جھیپو اور کچھ ڈرپوک سانچہ تھا اور سمیعہ یہ جان چکی تھی۔اسے معلوم تھا کہ اس دبلے سے گندمی رنگ والے بچے کو اپنی جانب متوجہ کرنا ہے تو اسے پہل کرنی ہو گی۔ چنانچہ اے روز جب وہ دونوں اپنی اپنی کھڑکی اور گملے والی دیوار کے بیچ میں سے نیچے گلی کی جانب عشق پیچاں کی جنگلی بیلوں کی طرح جھول رہے تھے تو سمیعہ نے اپنے آپ کو صرف ایک ہاتھ سے سنبھالے رکھا اور دوسرے ہاتھ سے مشاہد کو سلام کر دیا۔۔۔مشاہد کا رنگ فق ہو گیا۔۔۔"(۱۳)

اور منٹو صاحب اس عشق کو جان گئے تھے۔

"چلو میرا تم سے وعدہ ہے، پکا وعدہ۔۔تم مجھے اپنی اور سمیعہ کی کہانی سنا دو۔۔۔تم کیسے ملتے ہو؟، مل کر کیا کرتے ہو۔۔۔اور اگر پرانے خط تمہارے پاس ہوں۔۔۔اور وہ ہوں گے تو وہ دے دو میں پڑھ کر واپس کر دوں گا۔۔۔اور ان کے ساتھ یہ والا خط بھی۔۔۔"(۱۴)

اور مشاہد کو جب انگلستان تعلیم کیلئے بھیجا جاتا ہے۔سمیعہ سے اس کی الوداعی ملاقات ہوتی ہے۔

"میں تمہاری جدائی میں مر جاؤں گی مشاہد، میری دنی برباد ہو جائے گی مجھے چھوڑ کر جانے والے۔۔۔"(۱۵)

اور انگلستان میں مشاہد کو ارسلا ملتی ہے۔

"وہ پتہ نہیں کس جانور کی کھال کی تھی جس کی ملائمت میں اس کی ستواں ناک تھی اور اس میں ایک حیوانی وحشت سے بھری مہک آتی تھی جو اس کے تقریباً اٹھارہ سالہ بدن میں یوں سرائت کرتی تھی جیسے اسے ابھی زیر کرلے گی۔۔۔"(۱۶)

ارسلا مشاہد کو پھانسنے کی کوشش کرتی ہے۔

"تم ایک کچے اور بیوقوف لڑکے ہو اور واقعی زیرو ہو اور میں تمہیں پسند نہیں کرتی۔"(۱۷)

مشاہد ارسلا کیلئے برلن گیا تھا۔ارسلا طویل اور محبت بھرے خط لکھ کر اسے بھیجتی تھی۔مہینے کے پہلے دس دن میں اپنی پونجی ختم کر دیتی۔کیونکہ اس نے زیرو پلس زیرو والی رات کو اگرچہ میں کہا تھا مگر گہری سیاہ آنکھوں والا مشرقی طلسم ڈس چکا تھا۔

"۔۔۔مشرقی مثیل کے کاٹے کا کوئی علاج نہ تھا اور اس نے اسے کہاں کہاں نہیں کاٹا تھا۔۔۔"(۱۸)

مشاہد کی زندگی میں آوارگی ہے، جہاں گردی ہے۔لڑکپن ہی سے عشق میں جت جاتا ہے۔انگلستان پہنچ کر کوکی اس سے دو ہاتھ آگے ہے جو اس کا نگران بنتا ہے۔اور مشاہد، خود بھی ایک ہندو لڑکے کے بابو کا نگران بنتا ہے۔بڑے پٹیل صاحب اور مشاہد کے درمیان ایک خفیہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا اور وہ بابو کے معاملات کو مشاہد کے ذمے لگا دیتے تھے۔اور مشاہد فاطمہ ایک مسلمان لڑکی جو ہر کسی کے ساتھ شامیں گزارتی ہے مگر پھنساتی بابو کو ہے۔مشاہد سوچتا تھا۔وہ مشاہد کے قریب نہیں آتی تھی مگر ہر کسی کے قریب چلی جاتی تھی شاید اس لیئے کہ وہ مسلمان تھا۔

"وہ اسے مختلف پارٹیوں پر دیکھتا اور۔۔۔اسے یوں محسوس ہوتا جیسے وہ اس کی رشتہ دار ہو۔۔۔۔وہ اس پر نظر رکھتا۔فاطمہ کس کے ساتھ رقص کر رہی ہے۔۔۔اور وہ اگر فلاں لڑکے کے ساتھ باہر گئی ہے۔تو اسے باہر گئے کتنی دیر ہو چکی ہے اور وہ ابھی تک واپس کیوں نہیں آئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا کہ اس کی نظریں کیوں اس کا پیچھا کرتی رہتی ہیں۔۔۔جبکہ وہ اس میں دلچسپی بھی نہیں رکھتا تھا۔۔۔وہ ہمیشہ اسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتی۔"(۱۹)

مشاہد نے زندگی کے بارے میں کیا سوچ رکھا ہے؟

"تو پھر اس نے زندگی میں کیا کرنا ہے؟ برطانیہ میں کسی حد تک ایک واضح متمول اور روشن مستقبل تھا۔۔۔اس کا طرز زندگی انگلستان میں طویل قیام کی وجہ سے مغربی اقدار کے قریب ہو چکا تھا اور وہ پنے آپ کو یہاں آرام دہ محسوس کرتا تھا۔۔۔۔"(۲۰)

ڈیزائنگ فرم کی دعوت پر جب وہ ڈنمارک گیا تو اس کی ملاقات کرسٹین" سے ہوئی وہ مذہبی گھرانے کی تھی ضرور لیکن۔۔۔

"میرے ماں باپ کی موجودگی میں تم نے میرے کندھے پر بھی ہاتھ نہیں رکھنا۔۔۔بازو بالکل نہیں تھامنا۔۔۔اور میری جانب بہت کم دیکھنا ہے اور دیکھنا ہے تو ذو معنی انداز میں پیار کی کسی رمق کے ساتھ ہر گز نہیں دیکھنا۔۔۔"(۲۱)

مشاہد جہاں بھی جاتا ہے۔جنس مخالف کے چکر میں ضرور پھنس جاتا ہے۔

"اور مشاہد اپنی جھجک اور جس ڈرا کل پینے کا وہ سمیعہ کے ساتھ مظاہرہ کرتا رہا تھا اس کی وجہ سے سب کچھ قبول کرتا رہا۔۔۔ورنہ کرسٹین بقول کوکی ون نائٹ سٹینڈ کیلئے بہت مناسب تھی لیکن ایک طویل رفاقت کیلئے وہ اس میں بہت زیادہ کشش نہیں پاتا تھا۔"(۲۲)

مشاہد کے شب وروز کچھ ضروری اور کچھ غیر ضروری مصروفیات میں گزر رہے تھے کہ ایک دن اسے مردان کا خط ملتا ہے جس میں اسے امتحان پاس کر لینے کی مبارکباد بھی ہے اور والد صاحب کے فوت ہونے کی اطلاع بھی ہے۔مشاہد کی آنکھیں اتنی خشک رہ گئیں جتنی قحط زدہ زمین میں خشکی کی وجہ سے دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔مشاہد کی زندگی میں چار چیزیں ہیں۔جو ہر دسمبر میں۔۔۔ شکار۔۔۔وادی سوات۔۔۔کامران کی بارہ دری۔۔۔اور چوک چکلہ۔

مستنصر حسین تارڑ نے مشاہد کی زندگی ان چار چیزوں کی بھول بھلیوں کے پیچھے رکھی ہے۔اور جب مشاہد فیصلہ کر لیتا ہے کہ وہ برگیتا سے شادی کرلے گا۔برگیتا کا تعلق ہمارے معاشرے کے اس طبقے سے ہے جن کو لوگ چوڑے کہتے ہیں۔یہ لوگ عیسائی ہوں یا مسلمان چوڑے ہی کہلاتے ہیں برکت مسیح اسی طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔اس کی بیٹی ہر گیتا کی پرورش سویڈن کا ایک عیسائی راڈنی کرتا ہے۔برگیتا سویڈن کے ماحول میں پل بڑھ کر جوان ہوتی ہے۔مشاہد راڈنی این برگ کے گھر میں ہے۔جب برگیتا کمرے میں داخل ہوتی ہے۔مشاہد اس کو دیکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ

"یہ وہی چیتھڑا ہے۔۔۔پچیس برس پہلے کا۔۔ظفر علی روڈ کی رات میں برستی بے آواز بارش میں ایک بے حثیت گیلی مونچھوں والے شخص کی اولاد۔۔۔کیا وہی اس کے سامنے ہے جسے وہ دیکھتا چلا جارہا ہے ایک بے بسی اور لاچارگی کے عالم میں۔۔۔۔۔وہ اٹھا اور اس کی جانب بڑھا اپنا ایک ہاتھ کسی پنجابی بزرگ کی طرح آگے کیئے اس کے سر پر پیار دینے کیلئے کہ اس عمر کی لڑکیوں کو ایسے ہی شفقت اور بزرگی سے پیار دیتے ہیں اور پھر وہ رک گیا۔۔۔اس کے جذبات کا دھارا بالکل مخالف سمت کو بہہ رہا تھا۔۔۔وہ رک گیا۔"(۲۳)

CC BY

"ایک چوڑی سے بیاہ کروگے مشاہد چوہدری جی۔۔۔"(۲۴)

یہ ریمارکس مشاہد کی محبوبہ نوراں کے تھے۔

"ہے۔۔۔مجھے برگیتا چاہئے"(۲۵)

مشاہد اپنے ارادے پر ڈٹ گیا۔ مشاہد ادھیڑ عمر تھا اور برگیتا جوان۔ ادھر مشاہد کی باجیوں پر غشی کے دورے پڑتے ہیں۔

"غش کھانے سے پیشتر انہوں نے اپنے سینوں پر دو پتھر مار کر بین کیئے ہائے ہائے چوہدری اللہ داد کا بڑا بیٹا۔۔۔ ہمارا بھائی اور ہائے ہائے۔۔۔ چوڑی کو گھر لا رہا ہے۔۔۔"(۲۶)

اور مشاہد کا بھائی مردان خوش ہے۔

"ایک عدد بھائی اور وہ بھی سویڈش۔۔۔ پاک سرزمین شاد باد!"(۲۷)

مشاہد نے فیصلہ کر لیا تھا تو پھر رشتوں کا تقدس بھی تھا۔ برکت مسیح مشاہد کا اب سر ہے اور مشاہد سے کہتا ہے کہ

"وہ باہر بیٹھ کر میم صاحب کا انتظار کرے گا" مشاہد نے اسے کندھے سے پکڑ کر روک لیا۔ آپ یہیں بیٹھیں۔ میں چائے بھجواتا ہوں۔"(۲۸)

مشاہد کو وہ دن بھی یاد آتا ہے۔ وہ یورپ میں تھا۔

"وہ ابھی۔۔۔ ان حالات میں پاکستان واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہاں کون تھا جو اس کا منتظر تھا۔۔۔ سوائے مردان کے جو فوج سے فارغ ہو کر ایک پرائمری سکول میں بچوں کو پڑھاتا تھا۔۔۔ اور کوئی نہ تھا۔۔۔(۲۹)

مشاہد بے مقصد گھومتا ہوا ایک پی سی او پر جاتا ہے اور راڈنی ایز برگ کو یوٹے برگ فون کرتا ہے۔

"تم یہاں ہو مشیل؟۔۔۔ اچھا۔۔۔ سویڈن کے اتنے قریب۔۔۔ بہر حال کافی قریب کم از کم یورپ میں تو ہو نا۔۔۔ آ جاؤ ایک دو روز کیلئے۔۔۔ تمہیں پتہ ہے برگیتا اب ہائی سکول میں جانے والی ہے۔۔۔ ہاں ہاں وہی بچی۔۔۔ تم اس رات میرے ساتھ تھے۔۔۔ ہاں۔۔۔ مشاہلہ از فائن۔۔۔ تم اگر آسکو تو ہم تمہیں خوش آمدید کہیں گے۔"(۳۰)

مشاہد مسز حسین سے ملتا ہے۔

"معاف کیجئے گا کیا آپ مسز حسین ہیں؟"۔

آئی ایم ناٹ۔۔۔"ئی ایم سوری"(۳۱)

اور پھر مسٹر حسین خود آتی ہے۔"معاف کیجئے۔۔۔ اگر میں مسز حسین ہوں تو کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟"

"وہ مڑا۔۔۔ہاں"

"کیا آپ مشاہد ہیں"

"ہاں۔۔۔"

"کیپٹن مردان خان کے بڑے بھائی"

"جی"

آئی ایم سوری۔۔۔" ۳۲۰

مشاہد کی مسٹر حسین سے کھانے تک ملاقات جاری تھی۔ اس عورت کو مشاہد اچھی طرح جانتا تھا۔ انہوں نے کچھ سابقہ اور کچھ موجودہ صورت حال پر تبادلہ خیال کیا۔۔۔ مشرقی پاکستان کے بارے میں مشاہد سے جب مسز حسین کہتی ہے کی تمہاری "تاریخ تو اس کا حوالہ بھی نہیں دیتی"(۳۳)

اور مشاہد کہتا ہے۔

"ہاں۔۔۔" مشاہد میں وہی بے وطنی کی کیفیت پھر در آئی "ہاں۔۔۔ ہم نے اسے نصاب سے خارج کر دیا ہے جیسے کبھی کچھ نہ تھا لیکن۔۔۔ مجھے ایسے بے شمار لوگ ہیں جن کے تن بدن پر یہ حوالہ کھلا ہوا ہے۔۔۔ میرے اور خاص طور پر مردان جیسے بے شمار لوگ۔۔۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک حقیقت کھدی ہوئی ہے۔"(۳۴)

پھر جب فاطمہ مشاہد کے پاس آجاتی ہے وہ مشاہد جو اسے انگلستان میں صرف اس وجہ سے گھورتا تھا کہ اس کی شامیں باہر گزرتی تھیں اور وہ مسلمان تھی اور بابو ہندو تھا لیکن مشاہد کو بابو کے ساتھ شادی پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ فاطمہ ہندو ہو جاتی ہے او شابن جاتی ہے۔۔۔ لیکن جب مشاہد کے پاس آتی ہے۔

"تم فکر نہ کرو فاطمہ۔۔۔ تم اب محفوظ ہو۔۔۔ میں۔۔۔ اگر تمہارے بیٹے نہیں۔۔۔ تو میں ذمہ دار ہوں۔۔۔"(۳۵)

اور برگیتا فاطمہ کی وجہ سے فکر مند ہو جاتی ہے یہ صنف نازک کی ایک نفسیاتی کمزوری ہوتی ہے کہ وہ اپنے خاوند کی دوسری عورت میں دلچسپی کو برداشت نہیں کر پاتی۔ مشاہد چاہتا تھا کہ برگیتا فاطمہ کے بارے میں اپنی تسلی کر لے۔

"مشاہد کے اندر فاطمہ کیلئے جتنا بغض جتنا حسد تھا وہ۔۔۔ بابو کی موت کی خبر سنتے ہی بہہ گیا تھا۔"(۳۶)

مشاہد کے دل میں فاطمہ کیلئے ہمدردی تھی۔

"مشاہد نے اپنی پشت پر رکھے ہوئے ہاتھ اور اس ہاتھ میں فرق محسوس کیا جسے وہ تھامتا تھا۔۔۔ وہ مڑا تو برگیتا کا ہاتھ وہیں ہوا میں رہا جسے اس نے تھام لیا۔

"تم میری بیوی ہو"

قانونی حثیت محبت کی پاسبانی نہیں کر سکتی۔۔۔ میں اسے جانے کیلئے کہہ دیتا ہوں۔۔۔"

میں یہ نہیں چاہتی۔۔"

۔۔۔ نہیں میں یہ نہیں چاہتی اس کے جانے سے شاید تم بالکل ہی واپس نہ آؤ۔"

"تو پھر۔۔۔"(۳۷)

برگیتا اور مشاہد کی زندگی اسی ڈگر پر چل رہی تھی۔ کرسٹین کی بیٹی اپنی ماں کی خواہش کے مطابق لاہور، کاغذی پرندے کا تحفہ، مشاہد کو دینے آتی ہے۔ مشاہد اس کاغذی پرندے کے متعلق بخوبی آگاہ تھا۔۔۔"وہ کیسی تھی؟"مشاہد نے پوچھا۔"تم جیسی تھی۔۔۔"برگیتا نے کہا۔"(۳۸)

مشاہد اور کرسٹین کے جسمانی تعلقات کے نتیجے میں بر آمدے ہونے والے اس "شگوفے" کے متعلق قاری سوچتا رہ جاتا ہے۔ یہ مشاہد کی انگلستان میں آوارگی کا نتیجہ تھا۔ کرسٹین کی بیٹی سے مشاہد کا آمنا سامنا نہیں ہوتا لیکن برگیتا کا طنز اسے کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ پھر جب مشاہد ایک روز اپنی لڑکپن کی محبت، سمیعہ کو دیکھتا ہے۔۔۔۔

"۔۔۔ پچھلی شب اس نے سمیعہ کو دیکھا تھا۔۔۔ اور ایک بر تھل ہاؤس میں۔۔۔ ایک ڈھلتی عمر کا خاوند اور مسلسل مخمور رہنے والا خاوند اس کا مقدر تھا۔۔۔ پہلے ٹیلی فون آپریٹر۔۔۔ پھر گرلز ہاسٹل کی وارڈن۔۔۔ خاوند کی رحلت اور تین بیٹیاں چٹی گوری بھری بھری۔۔۔ اور گندے کچے مکانوں سے تنگ آئی ہوئی۔۔۔ چنانچہ ایک آئیڈیل سیٹ اپ۔۔۔(۳۹)

مشاہد اور برگیتا کے درمیان اچانک دراڑ پڑ جاتی ہے برگیتا کاغذی پرندے کو کمرے میں لٹکاتی ہے۔

"۔ہر گیتا۔۔۔"

"ولیس ڈارلنگ۔۔۔"

"یہ کاغذی پرندہ تم نے لٹکایا ہے؟"

"ہاں"

"کیوں؟"

تم نے اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا تھا اور مجھے خیال آیا۔۔۔ میں نے بہت مشکل سے ایک بلند سیڑھی منگوا کر اسے لٹکایا ہے۔۔۔ تمہیں پسند نہیں؟"

کیا وہ جانتی تھی اور صرف مجھے چڑانے کی خاطر اس نے اتنی سر دردی کی ہے۔۔۔ اس نے یہ کیوں کہا تھا کہ وہ لڑکی مجھ جیسی ہے۔۔۔"۴۰۰

مشاہد کی زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا کچھ مشکل سا ہو جاتا ہے کہ آیا اس کردار میں ناول نگار کی اپنی زندگی کے کتنے تجربات شامل ہیں البتہ مشاہد کی زندگی میں آوارگی ہے، جہاں گردی بھی ہے، چار چیزوں کا شوق تھا۔۔۔ اس کے کردار کی ایک مضبوط کڑی برگیتا سے شادی ہے۔ برگیتا کا تعلق ہمارے معاشرے کے اس طبقے سے ہے جس کو لوگ عموماً کم تر سمجھ لیتے ہیں۔ ایسے طبقے کی لڑکی کو زندگی کا ساتھی بنا لینا ایک اچھا عمل ظاہر ہوا ہے۔

ناول نگار نے مشاہد کی زندگی کا کوئی واضح نصب العین نہیں دیا۔ اس کی زندگی کے شب و روز پاکستان میں بھی یونہی گزرتے نظر آتے ہیں۔ شادی سے پہلے تک اس کی کچھ آوارگی بتائی گئی ہے۔ برگیتا ایک بیوی کے روپ میں اپنے شوہر کا خیال رکھتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ اس کے والدین کے گھر کا ماحول اچھا نہیں۔ چھپے ہوئے طنز کا وہ مسکرا کر جواب دیتی ہے کیونکہ وہ مشاہد کی بیوی تھی۔ اگلے صفحات میں برگیتا کے کردار کو ناول سے مثالیں دے کر واضح کیا جائے گا۔

"یہ وہی چیتھڑا ہے۔۔۔ پچیس برس پہلے کا۔۔۔ اس شخص کا رنگ مجھ جیسا ہے۔۔۔"(۴۱)

مشاہد راوُنی کے گھر یوٹے برگ میں تھا اور برگیتا کو وہاں جب اپنے سامنے کھڑا دیکھتا ہے تو اسے پچیس برس قبل کا وہ منظر سامنے آ جاتا ہے جب برکت مسیح برگیتا کو اپنی غربت کی وجہ سے راؤنی کے حوالے کر دیتا ہے۔ برگیتا کی پرورش راؤنی جو سویڈن کا پادری تھا۔ اپنے بچوں کے ساتھ کرتا ہے۔ برکت مسیح کا مونکی کا ایک چوڑا ہے۔ اس کی بیوی کے یہاں بیک وقت تین بچوں کی پیدائش ہوتی ہے۔ ایک تو اسی وقت مر جاتا ہے اور باقی دو بچتے ہیں جن کو راؤنی لے آتا ہے جن میں سے ایک برگیتا بنتی ہے راوُنی برگیتا کو لے کر سویڈن آ جاتا ہے اس کی بیوی مشائلہ اپنے بچوں کے ساتھ برگیتا کو بھی پال پوس کر جوان کرتی ہے۔ مشاہد برگیتا کو سامنے دیکھ کر کسی پنجابی بزرگ کی طرح اس کے سر پر پیار دینے کے ہاتھ پھیرنا چاہتا تھا لیکن اس کا ارادہ بدل جاتا ہے اسی لمحے وہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ وہ برگیتا سے شادی کرے گا۔

وہ اپنی محبوبہ نوراں طوائف سے مشورہ کرتا ہے کہ وہ برگیتا سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

"برگیتا ایک سویڈش لڑکی ہے۔ مکمل طور پر وہ۔۔۔ اس نے پاکستان دیکھا بھی نہیں۔۔۔" پرے ہے تو کامونکی تو کے چوڑے کی بیٹی مشاہد جی۔ چاہے سویڈن میں کھا پی کر جوان ہوئی ہے۔ کن بھیڑوں میں پڑ گئے ہو۔

۔ عشق تو کوئی چیز نہیں ہے۔۔۔

۔۔۔ مجھے برگیتا چاہیئے۔"(۴۲)

اور جب مشاہد کی باجیاں سنتی ہیں ان کا بھائی ایک چوڑی سے شادی کر رہا ہے۔

"ہائے ہائے چوہدری اللہ داد کا بڑا بیٹا۔۔۔ ہمارا بھائی اور ہائے ہائے۔۔۔ چوڑی کو گھر لا رہا ہے۔۔۔

CC BY

جبکہ مردان خوش تھا۔۔"(۴۳)

"بھائی جان۔۔۔ حیران پریشان اور جنگل بیابان بالا آخر۔۔۔ ایک عدد بھائی اور وہ بھی سویڈش۔۔۔"(۴۴)

برگیتا یوٹے برگ میں سیاہ رات کی ایک سیاہ بھی تھی۔

"وہ ہمہ وقت مانگ میں رہتی۔۔۔ ایک گڈلک چارم کے طور پر۔ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کیلئے ایک سیاہ گڑیا کے طور پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہیں نہ کہیں کوئی شدید گڑبڑ تھی جو اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اس کے ماں باپ ویسے ہی تھے جیسے سب بچوں کے تھے لیکن وہ سب بچوں جیسی نہ تھی۔۔۔ اور اس کے علاوہ اس کے دو چھوٹے بھائی بھی ویسے ہی تھے لیکن وہ نہ تھی۔۔۔ کیوں نہ تھی؟۔۔۔ بس یہی گڑبڑ تھی۔۔۔۔ پہلی بار اس کے سیاہ وجود کا سبب بتایا۔۔۔ تم پاکستانی ہو۔۔۔ تمہارے ماں باپ۔۔۔ اور میں اور پاپا تمہیں بے حد چاہتے ہیں۔۔۔ وہ بہت دن سونہ سکی اس کی خصلت میں تشدد نے زور پکڑا۔ سکول سے شکائتیں آنے لگیں۔۔۔ وہ ایک وحشی نیگرس کی طرح Behave کر رہی تھی۔ اگر یہ میرے ماں باپ نہیں تو میں یہاں کیوں ہوں۔۔۔ ان کے پاس کیوں نہیں ہوں۔۔۔ ادھر بہت دشواری اور تنگی ہے تمہارا باپ۔۔۔ ایک سویپر ہے اور تمہارے بہن بھائی لوگوں کا شٹ جمع کرتے ہیں اور تم وہاں نہیں رہ سکتیں اور تم بہت اچھے نصیب کی ہو کہ یہاں ہمارے پاس سویڈن میں ہو اور ہم تمہیں اپنی سگی بیٹی سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔"(۴۵)

یہ برگیتا کا خاندانی پس منظر تھا جس میں وہ پل بھر کر جوان ہوئی تھی۔ راوئی کا مشاہد فون کرتا ہے۔

"میں یوٹے برگ میں ہوں برگیتا کے سامنے، جب وہ نیچے ڈرائینگ روم میں آئی، شیشے کی دیوار کے آگے سے گذر کر اس کے سامنے آئی۔۔۔ تو وہ ٹھٹھک گئی۔۔۔ اس کے سامنے ایک سچ تھا۔۔۔ اسی رنگ اور نسل کا۔۔۔ وہی جس کی تلاش میں منطق الطیر کے پرندے نکلے تھے اور اس سچ کی شکل ان جیسی تھی۔ ہوبہو وہ آپ تھے جیسے آئینے کے مقابل ہوں اور برگیتا کے سامنے آئینہ ہی تھا جس میں وہ اپنے آپ کو؟ دیکھتی تھی۔۔۔ کون آیا پہن لباس کرٹے۔۔۔ کون آیا؟ جب انگلی شام پاپا ارٹنی نے ایک ناپسندیدہ لہجے میں اسے بتایا کہ مشاہد۔۔۔ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو برگیتا کے سامنے ایک آئینہ تھا اور وہ اپنے آپ کو اس میں دیکھتی تھی اور ہمیشہ دیکھتے رہنا چاہتی تھی۔۔۔"(۴۶)

مشاہد برگیتا سے شادی کر کے پاکستان آجاتا ہے۔ مشاہد برگیتا کو لئے ہوئے اس جوہڑ کے کنارے جاتا ہے جس کے اندر سے ایک انسانی ہیولا سا باہر آیا۔ مشاہد اور برگیتا وہیں کھڑے تھے۔ مشاہد برگیتا کو بتاتا ہے کہ وہ اس کو اس کے ڈیڈی سے ملائے گا۔

برکت جس کو بجو کہتے تھے وہ دس روپے اپنے ہاتھ میں لئے جارہا تھا کہ اس کے بازو پر برگیتا ہاتھ رکھتی ہے۔

"ڈیڈی۔۔۔

"ہیں جی۔۔۔"(۴۷)

اور برگیتا پھٹی پھٹی آنکھوں سے شاید اس خلائی مخلوق کو دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ اپنے ڈیڈی کے گھر جاتی ہے۔

"بیگم صاحبہ تمہاری سسٹر ہیں۔

سلام کراوئے بیگم صاحبہ کو۔۔۔ سٹر ہیں۔"(۴۸)

اور مشاہد برکت مسیح کو کہتا ہے۔

"تمہیں وہ رات یاد ہے؟" ہو جی۔۔۔

اس رات مینہ پانی بہت ہی زیادہ تھا تو میری جنانی نے۔۔۔ یکدم اکو واری تین نیانے جن دیئے۔۔۔"(۴۹)

مشاہد اور برگیتا ساتھ ساتھ زندگی کا سفر کر رہے تھے ان کی شادی کو پانچ برس ہو چکے تھے۔

"ہم پانچ برس سے ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ کیا اس عرصے میں تمہاری بے یقینی ختم نہیں ہوئی"۔ دو نہیں۔۔۔"(۵۰)

اور مشاہد نے برگیتا کے بدن کو ڈھیلے پڑتے اور ٹھنڈے ہوتے محسوس کیا۔ اور برگیتا کا سراپا کیسا تھا؟۔ کا چادر کی سفیدی میں اس کے بدن کی سیاہی اتنی گہری تھی کہ وہاں وہ رات ہوتی تھی جہاں جہاں وہ تھی اور جہاں جہاں وہ تھی وہاں وہ چادر سے سنبھلتی نہ تھی۔ برگیتا سویڈش ہونے کے باوجود دو اور خاص طور پر پنجابی میں رواں تھی۔ وہ اپنا مطلب بڑے واضح طریقے سے سمجھا سکتی تھی صرف اس کا لہجہ سویڈش تھا۔

"برگیتا سویڈش ہونے کے باوجود دو اور خاص طور پر پنجابی میں بے حد رواں تھی۔ وہ اپنا مطلب مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کرنے پر قادر تھی۔ لیکن کسی لفظ پر زور دینا ہے اور کس لفظ کو سرسری طریقے سے کہہ کر آگے بڑھنا ہے اس پر وہ بھٹک جاتی تھی اور یوں اس کے کئی فقرے عجیب وغریب معانی کے حامل ہو جاتے۔۔۔ اس کا لہجہ بہر طور سویڈش تھا۔"(۵۱)

اور برگیتا مشاہد کو اس کی باجیوں کے آنے کی تفصیل یوں بیان کرتی ہے۔

"ہاں اور حسب عادت میں بھی منتظر تھی اور انہوں نے مجھے مایوس نہیں کیا، وہ خوب دھواں دار طریقے سے روئیں اور ایک دوسرے کو آنسو اور ناکیں پونچھنے کیلئے ٹشوز سپلائی کرتی رہیں۔۔۔ اور جب خوب رو چکیں تو انہوں نے حسب عادت مجھ سے نہایت الفت اور چاہ سے پوچھا کہ میں کرسمس گزارنے کیلئے کا مونکی نہیں جارہی اپنے میکے اپنے رشتہ داروں کے پاس۔۔۔"(۵۲)

برگیتا سمجھتی ہے کہ اس کی بوڑھی باجیاں ظاہری طور پر اس کو کرسمس کی مبارکباد دینے آئی تھیں در اصل وہ اس کو اسکی اوقات یاد دلانے آئی تھیں اور آپس میں خوب روپیٹ کر اسے یہ بھی یاد دلاتی تھیں کہ برگینتا پانچ سال سے بنجر ہے۔۔۔ اور برگیتا ہمیشہ ان کو ہنس کر ٹال دیتی تھی۔ ایک بار وہ ان کے سوال کا جواب اس طرح دیتی ہے کہ دونوں باجیاں کانوں کو ہاتھ لگاتی ہیں:

"تمہارے بھائی سے شادی کرنے سے پیشتر میں کم از کم تین مرتبہ پریگننٹ ہوئی تھی اور کیا وہ کچھ ابورشن رپورٹس دیکھنا پسند کریں گی؟۔۔۔"(۵۳)

اور برگیتا کتنی بے باکی سے مشاہد کے چھوٹے بھائی مردان سے پوچھتی ہے جو غیر شادی شدہ ہے۔

"تم سیکس کے بارے میں کیا کرتے ہو مردان؟"

CC BY

”وٹ ڈو یو مین؟"

”شادی کے بغیر۔۔ تمہیں Urge تو ہوتی ہو گی۔

پھر جائیاں اس قسم کے ذاتی اور معیوب سوال دیوروں سے نہیں پوچھتیں۔۔۔“(۵۴)

یہ بر گیتا کا ماحول تھا جس نے اس طرح بے باک کر دیا تھا۔ یوٹے برگ میں وہ کیا کرتی تھی؟

”یوٹے برگ میں اب بھی اس کی مانگ تھی۔۔۔ لیکن اس مانگ میں فرق تھا۔ وہ بہت مختلف بدن کی اور سفید بیڈ شیٹس کو بھی گرمی سے بھورا کر دینے کی صلاحیت رکھنے والی ایک آسٹر و منگولا کڈ لڑکی تھی اور عام سویڈ لڑکیاں بہت بے ذائقہ اور ٹھنڈی تھیں۔۔۔ اس لیئے یوٹے برگ میں اب بھی اس کی مانگ تھی۔“(۵۵)

اور جب فاطمہ ہر طرف سے مایوس ہو کر مشاہد کے پاس آجاتی ہے تو بر گیتا کا ہمارے معاشرے کے عام حالات کے تحت مشاہد کے ساتھ اس کو دیکھ کر فکر مند ہونا حقیقی نظر آتا ہے۔ بر گیتا نے اپنی فیملی کے دکھ سکھ میں اپنا دھیان رکھا ہوا تھا۔ جب توہین رسالت کے بارے میں دیواروں پر جو کچھ لکھا گیا تو وہ مشاہد سے کہتی ہے۔

”لیکن شیل۔۔۔ ڈیڈی کہتے ہیں کہ ان کا پوتا یا میرا انتجا بالکل ان پڑھ ہے اور وہ کسی دیوار پر کچھ نہیں لکھ سکتا۔۔۔“(۵۶)

حوالہ جات

۱۔عبد اللہ حسین سے گفتگو، از فیضان عارف روزنامہ جنگ روال پنڈی، ۱۳ جنوری ۹۷ء

۲۔ڈاکٹر محمد احسن فاروقی، نور الحسن ہاشمی، ناول کیا ہے" ادارہ فروغ اردو لکھنو بار اول، ص، ۲۵

۳۔ایضاً ص ۲۵

۴۔ڈاکٹر شمع افروز زیدی، اردو ناول میں طنز و مزاح" پرو گریسو بکس ۴۰ بی اردو بازار لاہور، ۱۹۸۸ء ص ۳۱

۵۔ایضاً، ص ۳۲

۶۔ایضاً ص ۳۱

۷۔رفعت رضوی، اردو کے جدید دور کے چار ناولوں کا مطالعہ مقالہ، ایم اے اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور، غیر مطبوعہ ۱۹۷۴ء ص ۶۷ فوزیہ چوہدری، راکھ کی کرید، مشمولہ ماہنامہ تخلیق لاہور، جلد ۲۸، شمارہ ۱۲، دسمبر ۹۷ء ص ۹۷

۸۔فوزیہ چوہدری، راکھ کی کرید، مشمولہ، ماہنامہ "تخلیق" لاہور، جلد ۲۸، شمارہ ۱۲، ص ۹۷

۹۔ایضاً ص ۹۷

۱۰۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۹

۱۱۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۱۷

۱۲۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۸۴

۱۳۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۸۳

۱۴۔مستنصر حسین تارڑ، "راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۸۷

۱۵۔مستنصر حسین تارڑ، "راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۲۲۱

۱۶۔مستنصر حسین تارڑ، "راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۲۲۰

۱۷۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۲۴۲

۱۸۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۲۵۴، ۲۵۵

۱۹۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۲۶۳

۲۰۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۲۷۸

۲۱۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۲۸۰

۲۲۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۲۸۳

۲۳۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۳۹۶

۲۴۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۳۹۷

۲۵۔مستنصر حسین تارڑ، "راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۳۹۷

۲۶۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۳۹۸

۲۷۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۳۹۸

۲۸۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۴۴۶

۲۹۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۴۶۵

۳۰۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۴۶۵

۳۱۔مستنصر حسین تارڑ، "راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۴۶۶

۳۲۔مستنصر حسین تارڑ، "راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۴۷۶

۳۳۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۴۶۸

۳۴۔مستنصر حسین تارڑ، "راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۴۶۸

۳۵۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۴۶۰

۳۶۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۴۹۲

۳۷۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۴۹۳

۳۸۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۴۹۷

۳۹۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۵۱۴

۴۰۔مستنصر حسین تارڑ، "راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۵۱۵

۴۱۔مستنصر حسین تارڑ، "راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۳۹۶، ۳۹۷

۴۲۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۳۹۷

۴۳۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۳۹۸

۴۴۔مستنصر حسین تارڑ، "راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص،

CC BY

۴۵۳۹۹۔ مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۴۰۰

۴۶۔ مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۴۰۲

۴۷۔ مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۴۰۴

۲۸۔ مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۳۲

۴۹۔ مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۲۴

۵۰۔ مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۲۷

۵۱۔ مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۵۰

۵۲۔ مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص، ۳۹۹، ۴۰۰

۵۳۔ مستنصر حسین تارڑ، "راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص،

۵۴۔ مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص،

۵۵۔ مستنصر حسین تارڑ، "راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص،

۵۶۔ مستنصر حسین تارڑ، راکھ "سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص،

CC BY